OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AOU)
ISSN (Print): 1992-8556
http://www.aiou.edu.pk/sab/mi/index.asp
www.iri.aiou.edu.pk

روایت حدیث میں اختلاف کے علل واسباب
(نہج البلاغہ کی روشنی میں ایک مطالعہ)

(Causes of the contradictory in *riwayat* of *Hadith* of the Holy Prophet Peace be upon him. An Study in the light of *Nahj ul Balagha*)

* روشن علی
اسسٹنٹ پروفیسر، ماڈل کالج فار بوائز F-10/3، اسلام آباد

ABSTRACT

Allah created a human being out of clay. When He formed him and breathed His spirit into him fall down all the angels in prostration and made him upon the earth successive authority and taught what he did not know. Allah granted him knowledge and shariah so that he may not be devoted with. As the human population grew so the divergences and differences among human being increased as well. *Allah* keep sending His Prophets to guide human beings from time to time and the last Prophet *Muhammad* (SAWW). Allah has revealed Quran to our Holy Prophet *Muhammad* (SAWW) which is guidance to all human beings. Our beloved Holy Prophet *Muhammad* (SAWW) guided the people to the right direction and brought mankind out of darkness into the light. The main sources of Islamic Shariah and knowledge is the Quran and the Hadith of the Holy Prophet (peace be upon him and his progeny). There is no doubt that the Quran is an authentic source of Islam because it is revealed. Whereas Hadith needs to be analyzed by keeping in mind certain rules and regulations so that the original sources can be identified appropriately. Even during the Holy Prophet's days false sayings had been attributed to him, so much so that he had to say during his sermon that, "Whoever attributes falsehoods to me makes his abode in Hell. False sayings on the Holy Prophet (SAWW) was made after his departure to the eternal abode. After His (SAWW) death the propagation of Hadith is depended on the narrators of the *Hadith*. The series of that narrators is called Sanad which is the way to analyze the *Hadith* of the Holy Prophet (SAWW) and the status of Sahih and

wrong may be fixed. If the narrators are authoritative then the Hadith is also be a liable and acceptable, if the narrators are not authoritative then their Hadith may not be liable and acceptable so the status of all Ahaadith can not be fixed as equal but some Ahaadith may be accepted and some may not be accepted as valid and invalid. It is necessary for defying the status of Hadith to study the life of narrators of the hadith so the Islamic Scholars has made the rules to follow the Traditions of the Holy Prophet (SAWW). We will define in this article the kinds of Hadith and their narrators in the light of Nahjul Balagha by Imam Ali ibne Abi Talib. As well as both right and wrong, true and false, repealing and repealed, general and particular, definite and indefinite, exact and surmised Ahaadith will be described and also the causes of the contradictory in Hadith narrations will be described.

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اس میں اپنی روح پھونک دی۔ پھر اسے مسجود ملائکہ قرار دیا اور اپنا نائب و خلیفہ بنایا۔ اسے وہ کچھ سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ اللہ تعالی نے انسان کو علم و شریعت عطا کیا تاکہ وہ گمراہی سے محفوظ رہے اور اللہ وحدہ لاشریک کی اطاعت و بندگی سے دور نہ ہو جائے۔ جیسے جیسے انسانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا ویسے ان میں اختلافات اور خرافات کا بھی اضافہ ہوتا گیا۔ اللہ ان کے اختلاف کو مٹانے اور ان کو یکجا جمع کرنے کے لیے اپنی طرف سے ضرورت کے مطابق انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے احکام دے کر بھیجتا رہا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی آمد کا یہ سلسلہ چلتا ہوا آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا۔ اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی بنایا اور آپ ﷺ کو ایسی کتاب و شریعت عطا کی جو تمام بنی نوع انسان کے لیے ہدایت ہے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے لوگوں کو گمراہی سے نکالا۔ نور شریعت کے ماخذات میں سے بنیادی ماخذ قرآن و حدیث نبوی ہیں۔ قرآن تو ہمارے لیے قطعی الصدور ہے، جس میں ذرہ برابر بھی شک و شبہ نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی نازل ہوا ہے، لیکن احادیث نبویہ کی اکثریت قطعی الصدور نہیں ہیں اس میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ کی زندگی میں ہی جھوٹ بولا گیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہنا پڑا کہ جو شخص بھی مجھ پر جھوٹ بولے گا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں پائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد حدیث کا نشر اشاعت رواۃ حدیث کے واسطے سے ہوا، اس طرح کہ فلان عن فلان اس نام بنام سلسلہ رواۃ کو سند کہا جاتا ہے یہ سلسلہ سند ہی وہ معیار ہے جس پر حدیث کو پرکھا جا سکتا ہے اور صحیح و سقیم کو جانچا جا سکتا ہے۔ اگر حدیث کے رواۃ ثقہ ہوں گے تو حدیث بھی قابل وثوق و اعتماد ہوگی اور اگر ان کی عدالت مشتبہ اور صداقت مشکوک ہوگی تو حدیث بھی اعتماد و وثوق کے پایہ سے گر جائے گی اس لیے ہر حدیث کو ایک سطح پر سمجھا نہیں جا سکتا بلکہ کچھ قابل اعتماد و وثوق ہوں گی اور کچھ متروک و ساقط الاعتبار۔ اس کی صحت یا عدم صحت پر اس وقت تک حکم نہیں لگایا جا سکتا جب تک سلسلہ سند کے رواۃ کو پرکھ نہ لیا جائے۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام راویوں کو یہ ہدایت کرتے تھے کہ وہ متن حدیث کے ساتھ راوی یا رواۃ کا ذکر بھی کریں تاکہ حدیث کی صحت کو پرکھا جا سکے۔ حضرت علی علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں اسی سلسلہ رواۃ کی

صفات بیان کی ہیں جس کی وجہ حدیث کے قبولیت اور عدم قبولیت کو پرکھا جا سکتا ہے۔ اس مقالہ میں نہج البلاغہ کی روشنی میں حدیث کی روایت میں اختلاف کے علل و اسباب کو بیان کیا جائے گا، جس میں رواۃ کی اقسام اور ان کی بیان کردہ احادیث کی حیثیت کو بھی واضح کیا جائے گا۔

حدیث کی اہمیت و افادیت

قرآن مجید کی طرح احادیث مبارکہ بھی شرعی اوامر و نواہی کا سرچشمہ اور دینی احکام کا اہم ماخذ ہیں اگر حدیث کو قابل عمل نہ سمجھا جائے تو قرآن مجید کی افادیت بھی مضمحل ہو جائے گی۔ اس لیے کہ قرآن مجید کے اکثر احکام مجمل اور شرح طلب ہیں، جنہیں احادیث ہی کے ذریعے سمجھا جا سکتا ہے۔ اگر احادیث مبارکہ کو نظر انداز کر کے قرآن مجید کے مفہوم کو اپنی رائے سے متعین کرنے کی اجازت ہوتی تو نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ کے احکام کی کوئی واضح صورت باقی نہ رہتی اور نہ اسلامی اصطلاحات کا کوئی خاص مفہوم متعین ہوتا، بلکہ ہر شخص ان اصطلاحات کی اپنی مرضی کے مطابق تشریح کرتا اور اسی پر عمل کر کے اپنے آپ کو عہدہ برآ سمجھ لیتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن ایک جامع کتاب ہے مگر اس میں اکثر احکام اجمالا بیان ہوئے ہیں، ان کی تشریح و تفصیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری ہے۔ اس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ ۔(1)

ہم نے تم پر قرآن اتارا تا کہ جو احکام لوگوں کے لیے نازل کئے گئے ہیں تم انہیں واضح طور سے بیان کرو۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو احکام نازل کئے ہیں وہ مجمل ہیں اور ان احکام کی وضاحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمہ داری ہے۔ اسی لیے حضرت علی علیہ السلام نے جب حضرت عبد اللہ ابن عباس کو خوارج کے ساتھ مناظرہ اور بحث و مباحثہ کے لیے بھیجا تو انہیں حکم دیا:

" لَا تُخَاصِمْهُمْ بِالْقُرْآنِ فَإِنَّ الْقُرْآنَ حَمَّالٌ ذُو وُجُوهٍ تَقُولُ وَيَقُولُونَ ... وَلَكِنْ حَاجِجْهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنَّهُمْ لَنْ يَجِدُوا عَنْهَا مَحِيصا ۔"(2)

تم ان سے قرآن کی رو سے بحث نہ کرنا کیونکہ قرآن بہت سے معنی کا حامل ہوتا ہے اور بہت سی وجہیں رکھتا ہے تم اپنی کہتے رہو گے اور وہ اپنی کہتے رہیں گے بلکہ تم حدیث سے ان کے سامنے استدلال کرنا، وہ اس سے گریز کی کوئی راہ نہ پا سکیں گے۔

پس دین اور دینی علوم کی معرفت کا دار و مدار قرآن مجید اور احادیث رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر ہے۔ قرآن تو ہمارے لیے قطعی الصدور ہے، جس میں ذرہ برابر بھی شک و شبہ نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی نازل ہوا ہے، لیکن احادیث کی اکثریت قطعی الصدور نہیں ہیں، اس میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس کے متعلق حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

" وَلَقَدْ كُذِبَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عَلَى عَهْدِهِ حَتَّى قَامَ خَطِيباً فَقَالَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ۔"(3)

رسول اللہ ﷺ پر آپؐ کے عہد میں جھوٹ بولا گیا یہاں تک کہ آپؐ کو خطاب کرنا پڑا کہ اے لوگو! مجھ پر کثرت سے جھوٹ بولا جا رہا ہے پس جو بھی مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے گا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں پائے گا۔ پھر آپؐ کی رحلت کے بعد آپؐ پر

جھوٹ بولا گیا۔ اسی لیے علماء کرام نے احادیث کو پرکھنے کے لیے کچھ اصول وضع کئے ہیں۔ احادیث کو اپنے مقررہ اصول و ضوابط پر پرکھنا انتہائی ضروری ہے تاکہ دین کے اصلی مصادر کو صحیح پہچانا جاسکے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کی زندگی میں ہی منافقین آپؐ پر جھوٹ بولنا شروع کیا تھا، چونکہ رسول اکرم ﷺ خود موجود تھے اور منافقین ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں رسول اکرم ﷺ کو ان کی ان حرکتوں کا پتا چل نہ جائے، لیکن رحلت کے بعد منافقین نے آپؐ پر بہت سے جھوٹ بولے اب تو انہیں کسی قسم کا کوئی ڈر بھی نہیں تھا اللہ کے رسول ﷺ اپنی زندگی میں یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص بھی آپؐ پر جھوٹ بولے گا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں پائے گا یہ حدیث: **من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار** متواتر احادیث میں سے ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک کثیر تعداد نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ یہ حدیث تقریبا شیعہ سنی کی کتب میں موجود ہے۔ اس حدیث کو میں نے 44 سنی مصادر سے تخریج کیا ہے، ان مصادر میں 273 بار روایت ہوئی ہے اسی طرح شیعہ کتب کی کثیر تعداد میں بھی یہ حدیث روایت ہوئی ہے۔ لہٰذا جب بھی کوئی حدیث سنی جائے یا روایت کی جائے تو ان کے راوی یا رواۃ کو ضرور بیان کیا جائے اس کے بعد اس حدیث کو عقل بنیاد پر بھی پرکھا جائے۔ کیونکہ ایسا نہ ہو کہ وہ حدیث عقل کے خلاف ہو۔ حضرت علی علیہ السلام نے ہر سنی اور بیان کی جانے والی حدیث کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

"اعْقِلُوا الْخَبَرَ إِذَا سَمِعْتُمُوهُ عَقْلَ رِعَايَةٍ لَا عَقْلَ رِوَايَةٍ فَإِنَّ رُوَاةَ الْعِلْمِ كَثِيرٌ وَ رُعَاتَهُ قَلِيلٌ ."[4]

جب کوئی حدیث سنو تو اسے عقل کے معیار پر رکھ لو صرف نقل پر بس نہ کرو کیونکہ علم کے نقل کرنے والے تو بہت ہیں اور اس پر غور و فکر کرنے والے کم ہیں۔

اس قول سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ حدیث کو سن کر فورا اسی پر عمل نہ کیا جائے بلکہ اس کی تحقیق کی جائے کہ وہ حدیث صحیح ہے یا نہیں ہے۔ اسی لئے علماء نے حدیث کو پرکھنے کے لیے کچھ اصول وضع کئے ہیں۔

اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کا ایک اور ارشاد ہے:

"اذا حدثتم بحدیث فاسندوہ الی الذی حدثکم فان کان حقا فلکم وان کان کذبا فعلیہ۔"[5]

جب حدیث بیان کرو تو جس نے تم سے وہ حدیث بیان کی ہے اس کی سند کا بھی ذکر کرو اگر وہ صحیح ہوگی تو تمہیں فائدہ پہنچے گا اور جھوٹ ہوگی تو اس کا مظلمہ بیان کرنے والے پر ہوگا۔

لوگوں کے پاس احادیث کی اقسام

جب آپ علیہ السلام سے روایت حدیث میں اختلاف کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"إِنَّ فِي أَيْدِي النَّاسِ حَقّاً وَ بَاطِلًا وَ صِدْقاً وَ كَذِباً وَ نَاسِخاً وَ مَنْسُوخاً وَ عَامّاً وَ خَاصّاً وَ مُحْكَماً وَ مُتَشَابِهاً وَ حِفْظاً وَ وَهْماً وَ لَقَدْ كُذِبَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ والہ وسلم عَلَى عَهْدِهِ حَتَّى قَامَ خَطِيباً فَقَالَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ "[6]

لوگوں کے ہاتھوں میں حق اور باطل، صدق و کذب، ناسخ و منسوخ، عام و خاص، محکم و متشابہ، اور حقیقت و وہم سب کچھ ہے۔ اور کذب و افترا کا سلسلہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہی سے شروع ہو گیا تھا، جس کے بعد آپ نے منبر پر اعلان کیا تھا کہ: "جس شخص نے بھی میری طرف سے غلط بیانی کی اسے اپنی جگہ جہنم میں بنا لینا چاہیے۔

راویوں کے اقسام

حضرت علی علیہ السلام راویوں کی چار اقسام بیان کرتے ہیں جن میں سے صرف ایک کی روایت قابل قبول ہے باقی تین رواۃ کی احادیث قابل قبول نہیں ہیں:

"وَإِنَّمَا أَتَاكَ بِالْحَدِيثِ أَرْبَعَةُ رِجَالٍ لَيْسَ لَهُمْ خَامِسٌ ۔"(7)

یاد رکھو کہ حدیث کے بیان کرنے والے چار طرح کے لوگ ہوتے ہیں جن کی پانچویں کوئی قسم نہیں ہے۔

ان راویوں کے اوصاف اس طرح بیان کرتے ہیں:

پہلی قسم: منافق راوی

حضرت علی علیہ السلام احادیث کے راویوں کی چار اقسام بیان کرتے ہیں، ان میں سب سے پہلی قسم: منافق روایوں کی ہے، جس کے بارے میں فرماتے ہیں:

" رَجُلٌ مُنَافِقٌ مُظْهِرٌ لِلْإِيمَانِ مُتَصَنِّعٌ بِالْإِسْلَامِ لَا يَتَأَثَّمُ وَلَا يَتَحَرَّجُ يَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ و آلہ مُتَعَمِّداً فَلَوْ عَلِمَ النَّاسُ أَنَّهُ مُنَافِقٌ كَاذِبٌ لَمْ يَقْبَلُوا مِنْهُ وَلَمْ يُصَدِّقُوا قَوْلَهُ وَلَكِنَّهُمْ قَالُوا صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ و آلہ رَآهُ وَسَمِعَ مِنْهُ وَلَقِفَ عَنْهُ فَيَأْخُذُونَ بِقَوْلِهِ وَقَدْ أَخْبَرَكَ اللَّهُ عَنِ الْمُنَافِقِينَ بِمَا أَخْبَرَكَ وَوَصَفَهُمْ بِمَا وَصَفَهُمْ بِهِ لَكَ ثُمَّ بَقُوا بَعْدَهُ فَتَقَرَّبُوا إِلَى أَئِمَّةِ الضَّلَالَةِ وَالدُّعَاةِ إِلَى النَّارِ بِالزُّورِ وَالْبُهْتَانِ فَوَلَّوْهُمُ الْأَعْمَالَ وَجَعَلُوهُمْ حُكَّاماً عَلَى رِقَابِ النَّاسِ فَأَكَلُوا بِهِمُ الدُّنْيَا وَإِنَّمَا النَّاسُ مَعَ الْمُلُوكِ وَالدُّنْيَا إِلَّا مَنْ عَصَمَ اللَّهُ فَهَذَا أَحَدُ الْأَرْبَعَةِ (8)

ایک راوی وہ منافق ہے جو ایمان کا اظہار کرتا ہے۔ اسلام کی وضع قطع اختیار کرتا ہے لیکن گناہ کرنے اور افتراء میں پڑنے سے پرہیز نہیں کرتا اور رسول اکرم کے خلاف قصداً جھوٹی روایتیں تیار کرتا ہے۔ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ منافق اور جھوٹا ہے تو یقیناً اس کے بیان کی تصدیق نہ کریں گے لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ صحابی ہے۔ اس نے حضور کو دیکھا ہے، آپ کے ارشاد کو سنا ہے اور آپ سے حاصل کیا ہے۔ اس طرح اس کے بیان کو قبول کر لیتے ہیں، جب کہ خود پروردگار بھی منافقین کے بارے میں خبر دے چکا ہے اور ان کے اوصاف کا تذکرہ کر چکا ہے اور یہ رسول اکرم کے بعد بھی باقی رہ گئے تھے۔ گمراہی کے پیشواؤں اور جہنم کے داعیوں کی طرح اسی غلط بیانی اور افتراء پردازی سے تقرب حاصل کرتے تھے۔ وہ انہیں عہدے دیتے رہے اور لوگوں کی گردنوں پر حکمراں بناتے رہے اور انہیں کے ذریعے دنیا کو کھاتے رہے اور لوگ تو بہر حال بادشاہوں اور دنیاداروں ہی کے ساتھ رہتے ہیں، علاوہ انکے جنہیں اللہ اس شر سے محفوظ کر لے۔

اس حصہ کی تشریح کرتے ہوئے مفتی جعفر حسینؒ لکھتے ہیں: "پہلی قسم یہ ہے کہ راوی خود سے کسی روایت کو وضع کرکے پیغمبر کی طرف منسوب کر دے۔ چنانچہ ایسی روایتیں گھڑ کر آپ کے سر منڈھ دی جاتیں تھیں اور بعد میں یہ سلسلہ جاری رہا اور نت نئی روایتیں معرض وجود میں آتی رہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور اگر کوئی انکار کرتا ہے تو اس کی بنیاد علم و بصیرت پر نہیں بلکہ سخن پروری اور مناظرانہ ضرورت پر ہوتی ہے۔"(9)

بہر صورت یہ وہ لوگ تھے جن کے دلوں میں نفاق بھرا ہوا تھا اور دین میں فتنہ و انتشار پیدا کرنے اور کمزور عقیدہ مسلمانوں گمراہوں کرنے کے لیے من گھڑت روایات بناتے تھے اور جس طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کے ساتھ گھلے ملے رہتے تھے۔ قرآن مجید میں ان کو ملعون کہا گیا ہے ارشاد ہے:

مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا [10]

ترجمہ: (یہ منافقین) پھٹکارے ہوئے ہیں جہاں پائے جائیں پکڑے جائیں اور جان سے مار ڈالے جائیں۔

اسی طرح آپؐ کے بعد ان میں گھلے ملے رہے، جس طرح اس وقت فساد و تخریب میں لگے رہتے تھے اسی طرح آپؐ کے بعد بھی اسلام کی تعلیمات کو بگاڑنے اور اس کے نقوش کو مسخ کرنے کی فکر سے غافل نہ تھے بلکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ میں تو ڈرے سہمے رہتے تھے کہ کہیں پیغمبر اکرم ﷺ انہیں بے نقاب کرکے رسوانہ کردیں مگر آپؐ کے بعد ان کی منافقانہ سرگرمیاں بڑھ گئیں اور بے جھجک اپنے مفاد و اغراض کے لیے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ و افتراء باندھ دیتے تھے۔ ان کے فتنہ و فساد اور فسق و فجور کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا ہے:

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ [11]

ترجمہ: منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس (یعنی ایک ہی طرح کے) ہیں کہ برے کام کرنے کو کہتے اور نیک کاموں سے منع کرتے اور (خرچ کرنے سے) ہاتھ بند کئے رہتے ہیں۔ انہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے بھی ان کو بھلا دیا۔ بیشک منافق نافرمان ہیں۔

ابن ابی الحدید اس کی وضاحت اس طرح بیان کرتے ہیں:

لما ترکوا ترکوا و حیث سکت عنهم سکتوا عن الاسلام و اهله الا فی دسیسة خفیة یعملونها نحو الکذب الذی اشار الیه امیر المؤمنین علیه السلام فانه خالط الحدیث کذبوا کثیر صدر عن قوم غیر صحیحی العقیدة قصدوا به الا ضلال و تخبیت القلوب و العقائد و قصد به بعضهم التنویه بذکر قوم کان لهم فی التنویه بذکرهم غرض دنیوی۔ [12]

جب انہیں کھلا چھوڑ دیا گیا تو انہوں نے بہت سی باتوں کو چھوڑ دیا اور جب ان سے خاموشی اختیار کرلی گئ تو انہوں نے بھی اسلام اور اہل اسلام کے بارے میں چپ سادھ لی مگر در پردہ فریب کاریاں عمل میں لاتے رہتے تھے۔ جیسے کذب تراشی کہ جس کی طرف امیر المؤمنین نے اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ حدیث میں جھوٹ کی بہت زیادہ آمیزش کردی گئ تھی اور یہ فاسد العقیدہ رکھنے والوں کی طرف سے ہوتی تھی چنانچہ وہ اس کے ذریعہ سے گمراہی پھیلاتے، دلوں میں خدشے اور عقائد میں خرابیاں پیدا کرتے تھے اور بعض کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ ایک جماعت کو بلند کریں کہ جس سے ان کی دنیوی اغراض وابستہ ہوتی تھی۔

دوسری قسم: بھولنے والے راوی

دوسرے وہ راوی ہیں جو بھول جانے والے ہیں، جن کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

وَرَجُلٌ سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللّٰہِ شَيْئاً لَمْ يَحْفَظْهُ عَلَى وَجْهِهِ فَوَهِمَ فِيهِ وَلَمْ يَتَعَمَّدْ كَذِباً فَهُوَ فِي يَدَيْهِ وَيَرْوِيهِ وَيَعْمَلُ بِهِ وَيَقُولُ أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و آلہ فَلَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُونَ أَنَّهُ وَهِمَ فِيهِ لَمْ يَقْبَلُوهُ مِنْهُ وَلَوْ عَلِمَ هُوَ أَنَّهُ كَذَلِكَ لَرَفَضَهُ ـ "[13]

دوسرا راوی شخص وہ ہے جس نے رسول اکرمؐ سے کوئی بات سنی ہے لیکن اسے صحیح طریقہ سے محفوظ نہیں کر سکا ہے اور اس میں غلطی کا شکار ہو گیا ہے۔ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا ہے۔ جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اسی کی روایت کرتا ہے اور اسی پر عمل کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ یہ میں نے رسول اکرمؐ سے سنا ہے حالانکہ اگر مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ اس سے غلطی ہو گئی ہے تو ہرگز اسکی بات قبول نہ کریں گے بلکہ اگر اسے خود بھی معلوم ہو جائے کہ یہ بات اس طرح نہیں ہے تو ترک کر دے گا اور نقل نہیں کرے گا۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ رواۃ حدیث کی ایک ایسی جماعت ہے، جو جان بوجھ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر جھوٹ نہیں بولتی لیکن المیہ یہ ہے کہ اس نے جتنا سن لیا، اُسے اتنا ہی بیان کر دیا لیکن اسے صحیح طریقے سے سمجھ نہ سکے صرف ان ظاہری الفاظ کو جو سن لیا تھا وہی یاد کر لیا ہے۔ اس کی مثال امام بخاری نے اپنی صحیح میں بیان کی ہے:

حدثنا إسماعيل بن خليل، حدثنا علي بن مسهر، حدثنا أبو إسحاق وهو الشيباني، عن أبي بردة، عن أبيه، قال: لما أصيب عمر رضي الله عنه جعل صهيب يقول: وا أخاه، فقال عمر: أما علمت أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "إن الميت ليعذب ببكاء الحي "[14]

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ وااخاہ کہہ کر رو رہے تھے تو حضرت عمر نے ان کو کہا کہ (اے صہیب) کیا تم جانتے ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میت پر زندہ لوگوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔

اس حدیث کے بارے میں حضرت عمر کی رحلت کے بعد جب ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا تو آپ نے کہا

"رحم الله عمر، والله ما حدث رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الله ليعذب المؤمن ببكاء أهله عليه"، ولكن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "إن الله ليزيد الكافر عذابا ببكاء أهله عليه"، وقالت: حسبكم القرآن: ولا تزر وازرة وزر أخرى"[15]

اللہ عمر پر رحم کرے، اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں فرمایا کہ اللہ تعالی کسی مؤمن پر اس کے خاندان کے رونے کی وجہ سے عذاب نازل کرے گا۔ لیکن اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر پر اس خاندان کے رونے کی وجہ سے عذاب نازل کرتا ہے۔ پھر ام المؤمنین نے کہا کہ تمہارے لیے قرآن کی یہ آیت: "ولا تزر وازرة وزر أخرى" کافی ہے۔

اسی طرح کی ایک حدیث، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے، جب ام المؤمنین سے اس روایت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: فقالت عائشة: يغفر الله لأبي عبد الرحمن أما إنه لم يكذب، ولكنه نسي أو أخطأ، إنما مر رسول الله صلى الله عليه وسلم على يهودية يبكى عليها، فقال: "إنهم ليبكون عليها، وإنها لتعذب في قبرها-"[16]

کہ ابو عبد الرحمان اللہ معاف کرے انہوں نے جھوٹ نہیں بولا لیکن ان سے بھول ہو گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی عورت سے گذرے جو فوت ہو چکی تھی اوراس پر رو رہے تھے (اس کے گھر والے) تو رسولؐ اللہ نے فرمایا یہ لوگ اس پر رو رہے ہیں اور قبر میں اس پر عذاب ہو رہا ہے۔

اسی طرح یہ حدیث امام مسلم نے صحیح مسلم -کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء أهله علیه- حدیث: 1594 میں بھی بیان کیا ہے، اسی طرح ایک اور حدیث میں اس طرح بیان ہے:

حدثني عبيد بن إسماعيل، حدثنا أبو أسامة، عن هشام، عن أبيه، قال: ذكر عند عائشة رضي الله عنها، أن ابن عمر رفع إلى النبي صلى الله عليه وسلم: "إن الميت يعذب في قبره ببكاء أهله" فقالت: وهل؟ إنما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إنه ليعذب بخطيئته وذنبه، وإن أهله ليبكون عليه الآن "[17]

جب ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ میت کو ان کے خاندان کے رونے کی وجہ سے قبر میں عذاب نازل ہوتا ہے، توام المؤمنین نے کہا کیا؟ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میت کو عذاب اس کی خطاؤں اور گناہ کی وجہ سے ہوگا اور اس کے گھر والے تو اس پر اب رو رہے ہیں۔

تیسری قسم: اہل شبہ راوی

تیسری قسم کے راویوں کے بارے میں حضرت علی السلام ارشاد فرماتے ہیں:

وَرَجُلٌ ثَالِثٌ سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صلی الله علیه واله وسلم شَيْئاً يَأْمُرُ بِهِ ثُمَّ إِنَّهُ نَهَى عَنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ أَوْ سَمِعَهُ يَنْهَى عَنْ شَيْءٍ ثُمَّ أَمَرَ بِهِ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ فَحَفِظَ الْمَنْسُوخَ وَلَمْ يَحْفَظِ النَّاسِخَ فَلَوْ عَلِمَ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ لَرَفَضَهُ وَلَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُونَ إِذْ سَمِعُوهُ مِنْهُ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ لَرَفَضُوهُ۔"[18]

تیسری قسم اس راوی شخص کی ہے جس نے رسول اکرم کو حکم دیتے ہوئے سنا ہے لیکن حضرت نے جب منع کیا تو اسے اطلاع نہیں ہو سکی۔ یا حضرت کو منع کرتے ہوئے سنا ہے لیکن جب آپ نے دوبارہ حکم دیا تو اطلاع نہ ہو سکی۔ اس شخص نے منسوخ کو محفوظ کر لیا اور ناسخ کو محفوظ نہیں کر سکا ہے۔اور اگر اسے معلوم ہو جائے کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے تو اسے ترک کر دے گا۔ اور اگر مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ اس نے منسوخ کی روایت کی ہے وہ بھی اسے نظر انداز کر دیں گے۔

تیسرے قسم کے وہ رواۃ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو حدیث سنی اسے اسی طرح یاد رکھا اور عمل کیا لیکن حدیث کے ناسخ کو سننے کا موقعہ نہ مل سکا۔ اس نے صرف منسوخ پر اکتفا کر لیا اس کی مثال: صحیح مسلم میں اس حدیث مبارکہ میں موجود ہے۔

حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة، ومحمد بن عبد الله بن نمير، ومحمد بن المثنى، -واللفظ لأبي بكر وابن نمير- قالوا: حدثنا محمد بن فضيل، عن أبي سنان وهو ضرار بن مرة، عن محارب بن دثار، عن ابن بريدة، عن أبيه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها، ونهيتكم عن لحوم الأضاحي فوق ثلاث، فأمسكوا ما بدا لكم ۔[19]

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب (تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ) تم ان کی زیارت کرو۔ میں نے تمہیں قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ کھانے سے منع کیا تھا اب اس کے کھانے کی تمہیں اجازت دیتا ہوں۔

چوتھی قسم: صادق اور حافظ راوی

چوتھی قسم ان راویوں کی ہے جو صادق بھی ہیں اور حافظ بھی ہیں لہٰذا انہی کی احادیث کا اعتبار کیا جاتا ہے:

" وَ آخَرُ رَابِعٌ لَمْ یَکْذِبْ عَلَی اللّٰہِ وَ لَا عَلَی رَسُولِہِ مُبْغِضٌ لِلْکَذِبِ خَوْفاً مِنَ اللّٰہِ وَ تَعْظِیماً لِرَسُولِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و آلہ وَ لَمْ یَہِمْ بَلْ حَفِظَ مَا سَمِعَ عَلَی وَجْہِہِ فَجَاءَ بِہِ عَلَی مَا سَمِعَہُ لَمْ یَزِدْ فِیہِ وَ لَمْ یَنْقُصْ مِنْہُ فَہُوَ حَفِظَ النَّاسِخَ فَعَمِلَ بِہِ وَ حَفِظَ الْمَنْسُوخَ فَجَنَّبَ عَنْہُ وَ عَرَفَ الْخَاصَّ وَ الْعَامَّ وَ الْمُحْکَمَ وَ الْمُتَشَابِہَ فَوَضَعَ کُلَّ شَیْءٍ مَوْضِعَہُ ۔"[20]

چوتھی قسم اس شخص (راوی) کی ہے، جس نے نہ اللہ پر جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی رسول اللہ کے خلاف غلط بیانی سے کام لیا ہے اور وہ اللہ کے خوف کی وجہ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی بنا پر جھوٹ کا دشمن بھی ہے۔ اور اس سے بھول چوک بھی نہیں ہوئی ہے، بلکہ جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ویسے ہی محفوظ کر لیا ہے اور اسی پر عمل کیا ہے نہ اس میں کسی طرح کا اضافہ کیا ہے اور نہ کمی کی ہے۔ ناسخ ہی کو محفوظ کیا ہے اور اسی پر عمل کیا ہے۔ اور منسوخ کو یاد رکھا ہے لیکن اس سے اجتناب کیا ہے۔ خاص و عام اور محکم و متشابہ کو بھی پہچانتا ہے اور اسی کے مطابق عمل بھی کرتا ہے۔

چوتھی قسم کے وہ راوی ہیں کہ جو عدالت سے آراستہ، فہم و ذکا کے مالک، حدیث کے مورد و محل سے آگاہ، ناسخ و منسوخ، خاص و عام، مقید و مطلق سے واقف، کذب و افتراء سے کنارہ کش ہوتے تھے ان کے حافظہ محفوظ رہتا تھا اور اسے صحیح صحیح دوسروں تک پہنچا دیتے تھے۔ انہی کی بیان کردہ احادیث اسلام کا سرمایہ غل و غش سے پاک اور قابل اعتماد عمل ہیں۔ خصوصا وہ سرمایہ احادیث جو امیر المؤمنین علیہ السلام سے امانتدار سینوں میں منتقل ہوتا رہا اور قطع و برید اور تحریف و تبدل سے محفوظ رہنے کی وجہ سے اسلام کو صحیح صورت میں پیش کرتا ہے۔[21]

حدیث کے دو رخ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کے کچھ رخ ہوتے ہیں، ان کو بیان کرتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

" وَ قَدْ کَانَ یَکُونُ مِنْ رَسُولِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم الْکَلَامُ لَہُ وَجْہَانِ فَکَلَامٌ خَاصٌّ وَ کَلَامٌ عَامٌّ فَیَسْمَعُہُ مَنْ لَا یَعْرِفُ مَا عَنَی اللّٰہُ سُبْحَانَہُ بِہِ وَ لَا مَا عَنَی رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و آلہ فَیَحْمِلُہُ السَّامِعُ وَ یُوَجِّہُہُ عَلَی غَیْرِ مَعْرِفَۃٍ بِمَعْنَاہُ وَ مَا قُصِدَ بِہِ وَ مَا خَرَجَ مِنْ أَجْلِہِ ۔"[22]

لیکن مشکل یہ ہے کہ کبھی کبھی رسول اکرم کے ارشادات کے دو رخ ہوتے تھے۔ بعض کا تعلق خاص افراد سے ہوتا تھا اور بعض کلمات عام ہوتے تھے اور ان کلمات کو وہ شخص بھی سن لیتا تھا جسے یہ نہیں معلوم تھا کہ اللہ اور رسول کا مقصد کیا ہے اور اسے سن کر اس کی ایک توجیہ کر لیتا تھا بغیر اس نکتہ کا ادراک کئے ہوئے کہ اس کلام کا مفہوم اور مقصد کیا ہے اور یہ کس بنا پر صادر ہوا ہے۔

صحابہ کرام انتظار کرتے تھے کسی بدو کا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ سوالات نہیں کیا کرتے تھے۔ ایک تو آپؐ کی ہیبت کی وجہ سے دوسرا کبھی کبھی ایسا وسوال کرتے تھے جو خود ان کے حق میں بہتر نہیں ہوتا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

وحدثني زهير بن حرب، حدثنا يزيد بن هارون، أخبرنا الربيع بن مسلم القرشي، عن محمد بن زياد، عن أبي هريرة، قال: خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: "أيها الناس قد فرض الله عليكم الحج، فحجوا"، فقال رجل: أكل عام يا رسول الله؟ فسكت حتى قالها ثلاثا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لو قلت: نعم لوجبت، ولما استطعتم"، ثم قال: "ذروني ما تركتكم، فإنما هلك من كان قبلكم بكثرة سؤالهم واختلافهم على أنبيائهم، فإذا أمرتكم بشيء فأتوا منه ما استطعتم، وإذا نهيتكم عن شيء فدعوه۔[23]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر حج فرض قرار دیا ہے لہٰذا حج کیا کرو۔ تو ایک شخص نے پوچھا یا رسولؐ اللہ کیا ہر سال فرض ہے؟ تو رسول اللہ خاموش ہو گئے۔ اس شخص نے یہ سوال تین بار دہرایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کہوں ہاں تو یہ تمہارے اوپر فرض ہو جائے گا پھر تمہیں اس کی ادائیگی کی طاقت بھی نہیں ہوگے۔ جو میں تمہارے لیے چھوڑ دوں تو تم بھی مجھے چھوڑ دو (یعنی جتنا میں بتاؤں اتنا ہے تمہارے لیے کافی ہے زیادہ کا سوال مت کیا کرو) تمہارے پہلے کی امتیں بھی زیادہ سوال کرنے کی وجہ سے اور اپنے انبیاء سے اختلاف کی وجہ ہلاک ہو گئیں تھیں۔ پس جب بھی میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو اسے حسب طاقت انجام دو اور جب کسی چیز سے روکوں تو اسے چھوڑ دو۔

اکثر اوقات تمنا کیا کرتے تھے کہ اگر کوئی دیہاتی یا کوئی اور شخص آ جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال پوچھے تاکہ وہ بھی سیکھ سکیں۔ اس کو حضرت علی علیہ السلام نے اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

"وَلَيْسَ كُلُّ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ و آلہ مَنْ كَانَ يَسْأَلُهُ وَيَسْتَفْهِمُهُ حَتَّى إِنْ كَانُوا لَيُحِبُّونَ أَنْ يَجِيءَ الْأَعْرَابِيُّ وَالطَّارِئُ فَيَسْأَلَهُ علیہ السلام حَتَّى يَسْمَعُوا۔ "[24]

اور تمام اصحاب رسول اکرم میں یہ ہمت بھی نہیں تھی کہ آپ سے سوال کر سکیں اور باقاعدہ تحقیق کر سکیں بلکہ اس بات کا انتظار کیا کرتے تھے کہ کوئی صحرائی یا پردیسی آ کر آپؐ سے سوال کرے تو وہ بھی سن لیں۔

حضرت علی علیہ السلام اپنے بارے میں ارشاد فرماتے تھے:

"وَكَانَ لَا يَمُرُّ بِي مِنْ ذَلِكَ شَيْءٌ إِلَّا سَأَلْتُهُ عَنْهُ وَحَفِظْتُهُ فَهَذِهِ وُجُوهُ مَا عَلَيْهِ النَّاسُ فِي اخْتِلَافِهِمْ وَعِلَلِهِمْ فِي رِوَايَاتِهِمْ "[25]

یہ صرف میں تھا کہ میرے سامنے کوئی ایسی بات نہیں گزرتی تھی مگر یہ کہ میں دریافت بھی کر لیتا تھا اور محفوظ بھی کر لیتا تھا۔ یہ ہیں لوگوں کے درمیان اختلافات کے اسباب اور روایات میں تضاد کے عوامل و محرکات۔

رئیس احمد جعفری اس خطبہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حدیث نبوی کی روایت و درایت کے سلسلہ میں، امیر المؤمنین نے اس سوال کے موقعہ پر جو کلمات ارشاد فرمائے درحقیقت بعد کے زمانے میں تمام ائمہ فن حدیث کے لیے وہ راہ نما ثابت ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ علم حدیث تمام تر انہیں اصولوں پر منضبط ہوا ہے جو امیر المؤمنین نے بیان فرمائے ہیں۔"[26]

اسی طرح اس خطبہ کی وضاحت میں علامہ ذیشان حیدر جوادی لکھتے ہیں:

"امام علیہ السلام کے انہیں بیانات کی روشنی میں علماء روایات حدیث کے قبول کرنے کے اصول مرتب کئے ہیں اور یہ طے کر دیا ہے کہ راوی منافق اور کاذب ہے تو اس کی روایت بہر حال قابل اعتبار نہیں ہے۔ اس کے بعد راوی میں صحیح محفوظ کرنے کی صلاحیت نہیں ہے تو تنہا اس کی روایت بھی قابل اعتبار نہیں ہے۔ راوی ہر اعتبار سے معتبر ہے اور ناسخ و منسوخ سے بے خبر ہے تو اس کی روایت پر عمل کرنے کے لیے بھی دوسری روایات پر نظر کرنا ضروری ہے تاکہ اس کے ناسخ کو تلاش کیا جا سکے۔ راوی کے جامع الشرائط ہونے کے بعد روایت قابل اعتبار تو ہو جاتی ہے لیکن قابل عمل نہیں ہوتی جب تک کہ علم رجال سے گذر کر مفہوم حدیث کی بحثوں کی منزل سے نہ گذر جائے اور اس کے صحیح مفہوم کا تعین نہ کر لیا جائے۔"[27]

حضرت علی علیہ السلام کو رسول اللہ ﷺ سے خاص قربت حاصل تھی۔ اسی کی طرف حضرت علی علیہ السلام نہج البلاغہ میں اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

" وَ قَدْ عَلِمْتُمْ مَوْضِعِي مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْقَرَابَةِ الْقَرِيبَةِ وَ الْمَنْزِلَةِ الْخَصِيصَةِ وَضَعَنِي فِي حِجْرِهِ وَ أَنَا وَلَدٌ يَضُمُّنِي إِلَى صَدْرِهِ وَيَكْنُفُنِي فِي فِرَاشِهِ وَيُمِسُّنِي جَسَدَهُ وَيُشِمُّنِي عَرْفَهُ وَكَانَ يَمْضَغُ الشَّيْءَ ثُمَّ يُلْقِمُنِيهِ وَمَا وَجَدَ لِي كَذْبَةً فِي قَوْلٍ وَلَا خَطْلَةً فِي فِعْلٍ۔"[28]

تم میرے اس مقام کو جانتے ہی ہو، جو رسول اللہ صلّی اللہُ علیہ وآلہ وسلّم سے قریب کی قرابت داری اور مخصوص منزلت کی وجہ سے ہے، میں بچہ ہی تھا کہ رسول ﷺ نے مجھے گود میں لیا تھا، اپنے سینے سے چمٹائے رکھتے تھے، بستر میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے، اپنے جسم مبارک کو مجھ سے مس کرتے تھے، اور اپنی خوشبو مجھے سنگھاتے تھے، پہلے آپؐ کسی چیز کو چباتے تھے، پھر اس کے لقمے بنا کر میرے منہ میں دیتے تھے، انہوں نے نہ تو میری کسی بات میں جھوٹ کا کبھی شائبہ پایا اور نہ میرے کسی کام میں لغزش و کمزوری دیکھی۔

اسی طرح ایک مقام پر حضرت علی علیہ السلام اپنے علمی کمال کو بیان کرتے ہیں کہ جو کچھ بھی ان کے پاس علم ہے وہ تمام کا تمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلیم کردہ ہے:

" وَ الَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ وَ اصْطَفَاهُ عَلَى الْخَلْقِ مَا أَنْطِقُ إِلَّا صَادِقاً وَ قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ بِذَلِكَ كُلِّهِ وَ بِمَهْلِكِ مَنْ يَهْلِكُ وَ مَنْجَى مَنْ يَنْجُو وَ مَآلِ هَذَا الْأَمْرِ وَ مَا أَبْقَى شَيْئاً يَمُرُّ عَلَى رَأْسِي إِلَّا أَفْرَغَهُ فِي أُذُنَيَّ وَ أَفْضَى بِهِ إِلَيَّ۔"[29]

اس ذات کی قسم جس نے پیغمبرؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اور ساری مخلوقات میں سے اسے منتخب کیا، میں جو کہتا ہوں سچ کہتا ہوں، مجھے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان تمام چیزوں اور ہلاک ہونے والوں کی ہلاکت، اور نجات پانے والوں کی نجات اور اس امر کے انجام کی خبر دی ہے۔ اور ہر وہ چیز جو سر پر سے گذرے گی اسے میرے کانوں میں ڈالے اور مجھ تک پہنچائے بغیر نہیں چھوڑا۔

امام ترمذی نے اپنی سنن میں حضرت علی سے ایک حدیث بیان کی ہے:

حدثنا خلاد بن أسلم البغدادي قال: حدثنا النضر بن شميل قال: أخبرنا عوف، عن عبد الله بن عمرو بن هند الجملي، قال: قال علي: " " كنت إذا سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم أعطاني، وإذا سكت ابتدأني۔ (30)

جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا تھا تو آپؐ مجھے عطا کرتے تھے اور جب خاموش رہتا تھا تو آپؐ خود ابتدا کرتے تھے۔

نتیجہ

اس سے یہ ثابت ہوا ہے کہ قرآن کریم کو حدیث مبارکہ کے بغیر سمجھا نہیں جا سکتا کیونکہ حدیث قرآن کی تفسیر ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ جب بھی کوئی حدیث بیان کی جائے تو اس حدیث کو عقل بھی بنیاد پر پرکھا جائے تاکہ صحیح اور غیر صحیح، مقبول و مردود حدیث میں تمیز ہو سکے۔ تمام قسم کی احادیث حق و باطل، صدق و کذب، ناسخ و منسوخ، عام و خاص، محکم و متشابہ، اور حقیقت و وہم موجود ہیں۔ ہر راوی کی حدیث کو قبول نہ کیا جائے کیونکہ روایوں چار اقسام ہیں جن میں منافق، اہل شبہ، خاطی اور وہم کرنے والے اور صادق ان میں سے صرف صادق اور قابل وثوق رواۃ کی حدیث کو ہی قبول کیا جائے گا لیکن اس کے باوجود بھی غور و فکر کی ضرورت ہے کیونکہ راوی تو صادق ہے لیکن حدیث سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد اور مقصود ہے کو سمجھا بھی ہے یا نہیں۔ لہٰذا احادیث کو ان کے مقرر کردہ اصولوں پر رکھنا انتہائی ضروری ہے اور پرکھے بغیر کسی بھی حدیث کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

المصادر و المراجع

1۔ النحل 40:16

2۔ مفتی الشیخ محمد عبدہ، شرح نہج البلاغہ، ناشر: المطبعۃ الرحمانیۃ مصر بدون تاریخ، باب مکتوبات و وصایا، وصیت 77

3۔ محمد عبدہ، نہج البلاغہ، خطبہ 210

4۔ محمد عبدہ،، نہج البلاغۃ قول 98

5۔ الکلینی الشیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق (المتوفی: 329ھ)، "الکافی"، ناشر: دار الکتب الاسلامیۃ تہران ایران، طبع سوم سال 1367ھ ش، ج1، ص52

6۔ محمد عبدہ، نہج البلاغہ، خطبہ 210

7۔ محمد عبدہ، نہج البلاغہ، خطبہ 210

8۔ محمد عبدہ، نہج البلاغہ، خطبہ 210

9۔ مفتی جعفر حسینؒ، نہج البلاغہ شرح خطبہ 210، ص456

10۔ الاحزاب 61:33

11۔ التوبہ 67:9

12۔ ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، ج3، ص14

13۔ محمد عبدہ، نہج البلاغہ، خطبہ 210

14۔ ابو عبد اللہ محمد بن إسماعیل، (المتوفی: 256ھ)، "الجامع الصحیح" - کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "یعذب المیت - حدیث: 1241

15۔ ایضاً کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "یعذب المیت - حدیث:1239
16۔ مسلم، ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوری (المتوفی:261ھ) "الجامع الصحیح "کتاب الجنائز، باب المیت یعذب، ببکاء اہلہ علیہ - حدیث:1599
17۔ البخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جہل - حدیث:3779
18۔ محمد عبدہ، نہج البلاغہ، خطبہ 210
19۔ مسلم - کتاب الجنائز، باب استئذان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربہ عز وجل فی - حدیث:1676
20۔ محمد عبدہ، نہج البلاغہ، خطبہ 210
21۔ مفتی جعفر حسین، مترجم نہج البلاغہ، ناشر: معراج کمپنی لاہور، طبع سوم 2013، صفحہ 460
23۔ مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرۃ فی العمر، حدیث:2456
24. محمد عبدہ، نہج البلاغہ، خطبہ 210
25- محمد عبدہ، نہج البلاغہ، خطبہ 210
26۔ رئیس احمد جعفری، مترجم نہج البلاغہ، صفحہ 512
27 - السید علامہ ذیشان حیدر جوادی، مترجم نہج البلاغہ، ناشر: عصمۃ پبلیکیشنز کراچی، طبع اول: آگست 2007، صفحہ 430
28- محمد عبدہ، نہج البلاغہ، خطبہ 210
29- محمد عبدہ، نہج البلاغہ، خطبہ 210
30- الترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی بن سورۃ بن موسی بن الضحاک (المتوفی: 279ھ)، "الجامع الصحیح" ،ابواب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - باب، حدیث:3740